واقعہ کربلا کا پس منظر

علامہ کوثر نیازی

تاریخ عالم کے بعض ایسے سوانح جنہوں نے نہ صرف واقعات اور حالات کے دھارے کا رخ موڑدیا ہے بلکہ بعد میں آنے والے کروڑوں انسانوں کے قلوب واذہان کو بھی بے حد متاثر کیا ہے، ان میں سانحہ کربلا ایک نہایت منفرد اور بے حد اہم خصوصیتوں کا حامل ہے، اس عظیم تاریخی سانحہ کی وجہ سے تاریخ اسلام کے دھارے کا رخ یکسر بدل گیا اور اگرچہ فوری طور پر خاندان بنوامیہ کی حکومت کے لئے راستہ ہموار ہو گیا لیکن یزید اور اس کے مشیروں کی ایما اور اس کی سپاہ اور سرداران سپہ کے ہاتھوں حادثہ کربلا میں جو افعال سرزد ہوئے انکا ایسا شدید رد عمل ہوا کہ خود آل امیہ کو بھی اموی کہلانا گوارا نہ رہا۔ گویا معنوی طور پر یہ خاندان دنیا سے بالکل نابود ہو گیا جبکہ دوسری طرف مقتل کربلا میں خانوادہ رسولؐ کے بچ جانے والے واحد نوجوان کی اولاد آج بھی دنیا کے ہر خطے میں لاکھوں کی تعداد میں موجود ہے۔

کسی بھی تاریخی واقعہ کی اہمیت کا تعین کرنے کے لئے ہمیں تین پہلوؤں سے اس کا جائزہ لینا پڑتا ہے۔ یعنی وہ واقعہ

کس کے ساتھ پیش آیا؟

کیسے پیش آیا؟ اور

کیوں پیش آیا؟۔

وہ شخص جس کے ساتھ کوئی تاریخی واقعہ پیش آیا ہو واقعہ کے مرکزی کردار کی حیثیت رکھتا ہے اور اس مرکزی کردار کی شخصیت سے واقعے کی سطح متعین ہوتی ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے گردو پیش سیکڑوں آدمی روزانہ دنیا سے کوچ کرتے ہیں اور اسی طرح سیکڑوں نئے مسافر عرصہ حیات پر نمودار ہوتے ہیں اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی یا کچھ لوگوں کو خبر ہوتی ہے تو وہ اسے ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسے کسی درخت کی کوئی ٹہنی ٹوٹ کر زمین پر آگری ہو یا کسی جھاڑی کے ساتھ ایک نیا پھول کھل اٹھا ہو، لیکن کبھی کبھی کوئی ایسا شخص نشانہ اجل ہو جاتا ہے کہ اس کے مر جانے سے لاکھوں انسانوں کی کمر ہمت ٹوٹ جاتی ہے یا ایک ملک کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے یا ایک تحریک کی موت واقع ہو جاتی ہے یا اس کی قربانی سے ایک تحریک کو نئی زندگی مل جاتی ہے۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ قتل و خونریزی کے واقعات ہر ملک میں رونما ہوتے رہتے ہیں لیکن کبھی کبھی کسی ایک شخصیت کے قتل کر دیئے جانے سے تہلکہ مچ جاتا ہے بلکہ ایسی آگ بھڑک اٹھتی ہے کہ کتنے ہی ملکوں اور قوموں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، جون ۱۹۱۴ء میں سارا یادو کے مقام پر آسٹریا کے شہزادے کو گولی کا نشانہ بنایا گیا تو اس کی ایک گولی نے دنیا بھر کے اسلحہ خانوں کو ایسی آگ دکھائی کہ پوری دنیا ایک ہولناک جنگی گرفت میں آگئی اور چار سال تک دنیا کی مختلف اقوام کشت وخون میں مصروف رہیں۔ لاکھوں ایسے افراد جنہوں نے شہزادے کا نام بھی نہ سنا تھا بلکہ آسٹریا اور سارایادو تک کے ناموں سے محض نا آشنا تھے اس نامعلوم قاتل کی ایک گولی کی بھینٹ چڑھ گئے۔

واقعہ کربلا کے مرکزی کردار حضرت امام حسینؑ کے نام نامی اور اسم گرامی سے کون شخص واقف نہیں حسب ونسب کے اعتبار سے آپ اس ذات والا صفات کے

نواسے تھے جو وجہ تخلیق کائنات اور باعث تکوین حیات تھا اور خود آنحضورؐ کے دادا آپ کے پردادا تھے۔ آپ کی ولادت ہوئی تو آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فوراً تشریف لائے اور حضرت صفیہ کو آواز دیکر فرمایا کہ میرا بیٹا میرے پاس لاؤ۔ جب بچے کو ایک سفید چادر میں لپیٹ کر حضورؐ کے پاس لایا گیا تو حضورؐ نے اسے پیار کیا اور اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ نام کے متعلق پوچھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہ نے عرض کیا "جو نام اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہو وہی بہتر ہے۔" چنانچہ امام عالی مقام کا نام حسینؑ رکھا گیا۔ یہ نام بھی اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی کے مطابق رکھا گیا اور علامہ ابن سعد نے طبقات کبریٰ میں عمران بن آل سلیمان کی روایت سے لکھا ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ حسنؑ اور حسینؑ یہ دونوں نام اسمائے اہل جنت میں سے ہیں۔

یہ روایت بھی موجود ہے کہ جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پہلے کسی شخص کا نام محمدؐ نہیں رکھا گیا اسی طرح حضرت علیؓ، حسنؓ اور حسینؓ بھی ایسے نام ہیں کہ ان سے پہلے کسی شخص کے یہ نام نہیں ہوئے۔ گویا نام ازل سے انہی مبارک اور مقدس ہستیوں کے لئے مخصوص اور محفوظ تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنے دونوں نواسوں حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ سے جو بے پناہ محبت تھی اس کا تذکرہ احادیث رسولؐ اور کتب سیر میں نہایت کثرت اور تفصیل سے موجود ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا اور دونوں کانوں سے سنا کہ جناب رسالت مآب امام حسینؑ کے دونوں ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور امام حسینؑ کے دونوں قدم سینہ مبارک پر تھے

اور آپ فرما رہے تھے کہ اے مچھر کی سی آنکھوں کی طرح ننھے بچے آگے بڑھ سچ سچ۔ راوی کا بیان ہے کہ شہزادہ اتنا آگے بڑھا کہ اسکے دونوں قدم حضورؐ کے سینہ مطہر پر رکھے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اپنا منہ کھول اور آپ نے ان کے منہ کو چوما پھر فرمایا، پروردگار میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے محبوب رکھ!،،۔ ابو ہریرہ ہی کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ جناب امام حسینؑ تشریف لائے اور آنحضرتؐ کی آغوش مبارک میں لیٹ گئے اور اپنی انگلیاں آپ کی ریش اقدس میں ڈالنے لگے۔ آنحضرت صلعم نے آپ کے منہ کو کھولا اور اپنا منہ آپ کے منہ پر رکھا پھر فرمایا پروردگار! "میں اس کو محبوب رکھتا ہوں۔ تو بھی اس کو محبوب رکھ اور اس کو بھی محبوب رکھ جو اس کو محبوب رکھے۔"

محبوبیت کا یہ عالم تھا کہ آنحضورؐ نماز پڑھتے ہوئے سجدے کی حالت میں ہوتے اور یہ دونوں بھائی فرط محبت سے حضورؐ کے کندھوں پر سوار ہو جاتے تو حضورؐ اپنے سجدے کو طویل کر دیتے۔ کسی چیز کی فرمائش کرتے تو حضورؐ جب تک ان کی فرمائش پوری نہ کر دیتے آپ کو چین نہ آتا تھا۔ کسی وجہ سے اگر ان دونوں میں سے کسی کے رونے کی آواز آتی تو بے قرار ہو جاتے۔ ایک بار اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (س) کے گھر سے جناب فاطمہ (س) کے دروازے پر سے گذرے تو حسینؑ کے رونے کی آواز آئی فوراً گھر میں داخل ہو کر فرمایا

"فاطمہ! کیا تم نہیں جانتیں کہ اس کے رونے سے میرا دل دکھتا ہے۔ تواریخ وسیر میں متعدد مصدقہ روایات اس امر پر شاہد ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سیدہ فاطمہؑ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو اپنا اہل بیت کہا ہے۔ اُم المومنین

حضرت ام سلمہ (س) کی روایت سے احادیث میں آیا ہے کہ ،، آیۂ تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی جس کا ترجمہ ہے کہ

"سوا اس کے نہیں کہ ارادہ کرتا ہے اللہ کہ دور رکھے تم سے نجاست کو اے اہل بیت :اور پاک کر دے تم کو جو حق پاک کرنے کا ہے۔"

میں دروازہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور گھر کے اندر رسول خداؐ اور علی مرضیٰؑ جناب سیدہ (س) اور حسنین تشریف رکھتے تھے۔ پس آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو کپڑا اوڑھایا اور فرمایا۔"اے میرے پروردگار! یہ میرے اہل بیت ہیں اور میرے مددگار ہیں" ان کو نجاست سے دور رکھ اور ان کو ایسا پاک کر دے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے،،۔

چادر اوڑھانے کی نسبت سے انہی نفوس قدسیہ کو آل عبا کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔اپنی شرافت نسبی اور رسول اکرمؐ کے فرزند دلبند ہونے پر خود امام عالی مقام بھی بجا طور پر فخر کا اظہار فرماتے تھے چنانچہ جب عشرہ محرم کے روز آپ نے اپنی مختصر سی جماعت کو یزیدی لشکر کے مقابلے میں صف آرا کیا تو اتمام حجت کے طور پر آپ نے جو تقریر فرمائی اس میں اپنے متعلق یہ الفاظ فرمائے۔

"لوگو! میرا حسب نسب یاد کرو سوچو میں کون ہوں۔ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو، خوب غور کرو کیا تمہارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟۔ کیا میں تمہارے نبیؐ کی لڑکی کا بیٹا اور اس کے عم زاد کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حمزہؓ میرے باپ کے چچا نہیں تھے؟ کیا ذوالجناحین جعفر الطیار میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم نے رسول اللہ کا یہ مشہور قول نہیں سنا جو آپ میرے اور میر بھائی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ سید شباب اہل الجنۃ یعنی جنت میں نوجوانوں کے سردار۔

اگر میرا یہ بیان سچا ہے اور ضرور سچا ہے کیونکہ واللہ میں ہوش سنبھالنے کے بعد سے لے کر آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا تو بتاؤ کیا تمہیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہئے؟"

لیکن صرف شرافت نسبی یا رسولؐ کی فرزندی ہی جناب حسینؑ کے لئے فخر و مباحات کا باعث نہ تھی۔ نہ محض رسول اکرمؐ انہیں صرف نواسے ہونے کے تعلق سے تمام دوسرے لوگوں سے زیادہ محبوب رکھتے تھے بلکہ نبوت جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مستقبل کا مشاہدہ کرنے کی قوت بھی حاصل تھی اس پر یہ چیز روز روشن کی طرح عیاں تھی کہ آپ کے یہ دونوں نواسے آگے چل کر تاریخ اسلام کی تشکیل میں اتنے اہم کردار ادا کریں گے کہ تاریخ انسانی کے افق پر قیامت تک چاند اور سورج کی طرح روشن رہیں گے۔ معتبر روایات میں آیا ہے کہ رسول اکرمؐ امام حسنؑ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ امت کے دو مخالف گروہوں میں صلح کرائے گا آنحضرت کی یہ پیش گوئی اس وقت پوری ہوئی جب جناب حسنؑ نے خلافت سے دست بردار ہو کر امت کے دو بڑے گروہوں کے درمیان جنگ وجدل کی آگ بجھادی۔ سیدنا امام حسینؑ کی شہادت کے متعلق نہایت واضح ارشادات رسول اکرمؐ کی کئی احادیث میں موجود ہیں بلکہ بعض لوگوں کی تحریروں کے مطابق تو رسول پاکؐ نے امام حسینؑ کی پیدائش کے وقت ان کی آئندہ شہادت کے متعلق خبر دے دی تھی۔ ایران کے ایک مشہور معاصر اہل قلم جناب زین العابدین رہنما اپنی کتاب "زندگانی امام حسینؑ" میں لکھتے ہیں۔

"محمد او را با دست خود بالا گرفت وبالا برد و به پیشانی او

بوسه نهاد ودریك گوش او اذان گفت و درگوش دیگر او تسبیح خدا را خواند وگفت نفرین بر آ مردی که تو را بکشند !"

ترجمہ:

رسول پاک نے انہیں اپنے ہاتھوں پر اٹھایااور بلند کیااور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا ایک کان میں اذان کہی اور دوسرے میں تسبیح پڑھی اور فرمایاان لوگوں پر نفرین حیف ہے جو تجھے قتل کریں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک بار جب ننھے حسینؑ نے اپنی والدہ مکرمہ سے شکایت کی کہ ناناجان نے حسنؑ کے چہرے اور آنکھوں پر بوسے دئے لیکن میری آنکھوں اور چہرے کو چومنے کے بجائے میرے گلے کو چوماتوسیدہ کے پوچھنے پر آنحضورؐ نے فرمایا:

"فاطمہ، توامروز را می بینی و من فردا را۔"

میری فاطمہ! تو آج کو دیکھتی ہے میں کل کو دیکھ رہاہوں"

امام عالی مقام کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بے پناہ محبت محض گوشت پوست اور خون کے رشتے سے نہ تھی ہر چند کہ نسبی تعلق بھی محبت کی ایک وجہ ضرور تھا لیکن اس کا اصل سبب وہ عظیم الشان کام تھاجو اس سردار جنت کو اپنی عمر کے آخری دنوں میں سرانجام دینا تھااور جو آنحضرتؐ کے ضمیر نبوت پر نہایت وضاحت کے ساتھ منعکس تھا۔ اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لئے ان دونوں کی ابتدائی تربیت کا فریضہ خود رسول پاکؐ کو سونپا گیا اور آنحضور کے بعد حضرت علیؑ کی تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ خانوادہ رسولؐ کے یہ دونوں ارکان راست بازی، خداترسی، امانت، دیانت، حمیت، سخاوت، شجاعت کے مثالی پیکر بنے، چنانچہ جب امام حسینؑ نے لشکر اعدا کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا

کہ:

اگر یہ میرا ایمان سچا ہے اور ضرور سچا ہے کیونکہ واللہ میں نے ہوش سنبھالنے سے لے کر آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔"

تو اس طرح انہوں نے اپنے مثالی کردار کے ایک پہلو کی ایک جھلک ہمیں دکھائی ہے۔

آپ کے مثالی کردار کی شہادت آپ کے دوستوں اور دشمنوں نے یکساں طور پر دی ہے کربلا کے سفر میں کوفہ سے آنے والے چار سوار ان سے آکر ملے۔ ان سواروں میں سب سے آگے طرماح بن عدی اس مضمون کے اشعار پڑھتا چلا آرہا تھا۔

"اے میری اونٹنی میری ڈانٹ سے ڈر نہیں۔ طلوع فجر سے پہلے چل۔ اچھے مسافروں کو لے چل۔ سب سے بہتر سفر پر چل یہاں تک کہ شریف النسب آدمی تک پہنچ جا۔"

وہ عزت والا ہے، آزاد ہے فراخ سینہ ہے، اللہ اسے سب سے اچھے کام کیلئے لایا ہے۔
خدا اسے ہمیشہ سلامت رکھے۔

اور جب کربلا کے میدان میں بدبخت سنان بن انس نے شہید کربلا کا سر تن سے جدا کیا تو کٹے ہوئے سر کو خولی بن یزید اصبحی کے حوالے کرنے کے بعد دوڑا ہوا عمرو بن سعد کے پاس خیمے کے سامنے جا پہنچا اور عالم وحشت میں چلا چلا کر کہنے لگا۔

"مجھے چاندی سونے سے لاد دو۔ کیونکہ میں نے بہت محبوب بادشاہ کو قتل کیا ہے۔ میں نے اسے قتل کیا ہے جو انسانوں میں سب سے اچھا تھا اور جس کے ماں باپ نسب میں سب سے افضل تھے۔ اور وہ بھی اپنے نسب میں سب سے اچھا تھا۔"

سانحہ کربلا کے مرکزی کردار سیدنا امام حسینؑ کی شخصیت کا یہ ایک نہایت اجمالی خاکہ ہے ظاہر ہے کہ اتنے عظیم انسان کو جب اتنا بڑا سانحہ پیش آئے کہ ان کے بھائی، ان کے بھتیجے اور خود ان کے بیٹے جو تین دن کے پیاسے بھی تھے ایک ایک کر کے ان کے سامنے شہید کر دیے جائیں تو انہیں میدان جنگ سے ان کی لاشیں اٹھا اٹھا کر لانی پڑیں اور ان کا معصوم بچہ جو پیاس سے جاں بلب ہو ان کے ہاتھوں میں ظالم دشمن کے ایک تیر کے ذریعے جام اجل نوش کرے اور آخر میں انہیں خود تن تنہا دشمن کے ایک پورے لشکر کے خلاف نبرد آزما ہو کر اپنی جان بھی جہان آفریں کے راستے میں نچھاور کرنی پڑے تو اس سانحہ کی لامحدود اہمیت سے کسے انکار ہو سکتا ہے۔ کربلا کا یہ سانحہ اپنے اسی مرکزی کردار کی وجہ سے دنیا کی تاریخ میں انتہائی اہم اور اپنی نوعیت کے واقعات میں اہم ترین شمار ہوتا ہے۔

☆☆☆☆

محققین کو دعوت دی جاتی ہے کہ اپنے تحقیقی مقالوں کی کاپی راہ اسلام میں اشاعت کی غرض سے ارسال فرمائیں۔ اگر مقالے معیاری ہوں گے تو انہیں شامل اشاعت کر لیا جائے گا نیز اشاعت کے بعد ادارہ کی طرف سے کچھ حق الزحمہ بھی ادا کیا جائے گا۔

نوٹ: ادارہ کی طرف سے مقالوں کی اشاعت کے سلسلے میں نہ کسی انکوائری کا جواب دیا جاتا ہے اور نہ ہی موصولہ مقالے کی واپسی کی کوئی ضمانت ہے لہٰذا مقالہ نگاروں سے درخواست ہے کہ وہ ارسال شدہ مقالے کی ایک کاپی اپنے پاس ضرور محفوظ کر لیں۔

(ادارہ)